سولہویں قسط

''آئی ایم سوری میں ارتضٰی کو اکیلا چھوڑ کر نہیں آ سکتی۔۔''

اس کی بات پر ارتضٰی نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا۔بات دل کو خوش کرنے والی تھی لیکن یہ موقع ایسا نہیں تھا۔شہرزاد اس کے لیے پریشان ہو رہی تھی،عام حالات میں تو یہ خبر سن کر تو اس پر شادی مرگ طاری ہو جاتا۔

''فار گاڈ سیک شہرزاد، ان لوگوں کا تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے،وہ تمھیں نہیں جانتے۔۔''ہم زاد جھنجھلایا۔

''جب ان کا مجھ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے تو بے فکر رہو،وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔''شہرزاد نے غصّے سے فون بند کر دیا جبکہ دوسری طرف ہم زاد کا دماغ کھول اٹھا۔۔

'کیا ہوا،میرے بارے میں کون بات کر رہا ہے۔۔؟''ارتضٰی نے تشویش زدہ انداز میں پوچھا۔

''میرے سیکورٹی گارڈ رضا کی کال تھی۔۔۔''شہرزاد نے مصلحتاً جھوٹ بولا۔''ہمارے پیچھے ایک جیپ میں ہے وہ۔اور اسکا کہنا ہے کہ اگلے سگنل پر میں اس کی گاڑی میں آ جاؤں کیونکہ وہ لوگ آپکے پیچھے ہیں۔۔۔''

''وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، آپ کو اس کی بات مان لینی چاہیے۔۔''ارتضٰی نے سنجیدگی سے کہا،وہ اس وقت خود بھی شہرزاد کی وجہ سے ٹینشن میں تھا۔

''لیکن ارتضٰی، آپکو کیسے اکیلا چھوڑ دوں میں۔۔''؟شہرزاد کی فکرمندی اسے اچھی لگی۔

''ڈونٹ ووری ان کی گاڑی کے پیچھے بھی دو گاڑیاں سادہ کپڑوں میں موجود اہلکاروں کی ہیں، آپ ٹینشن مت لیں۔بس اگلے سگنل پر اتریں،میں بھی آپ کی وجہ سے ہی ٹینس ہو رہا ہوں۔۔۔''ارتضٰی مسلسل بیک مرر سے اپنے پیچھے کھڑی گاڑی پر نظر رکھے ہوا تھا۔

آغا شاہی ایونیو کا اشارہ آ چکا تھا، اور گاڑی جیسے ہی سگنل پر رکی، شہر زاد نے ہلکا سا جھک کر ارتضی کی سائیڈ پر دیکھا، اس کی گاڑی کے برابر میں ایک جیپ آ کر رکی تھی، اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا ہم زاد اس کے برابر میں بیٹھے ہوئے ایک آرمی آفیسر کی اوٹ میں تقریباً چھپا ہوا تھا، اس نے چہرے پر گلاسز لگا رکھے تھے۔

شہر زاد کے سیل فون کی گھنٹی بجی، اس کا دل بے اختیار دھڑکا، اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کال اٹینڈ کی۔

"کم آن شہر زاد۔۔۔۔ تھوڑا گھوم کر آنا پڑے گا، میں تمہاری رائٹ سائیڈ پر ہوں۔ پلیز آ جاؤ میری جیپ میں۔" ہم زاد کے لہجے کی سنجیدگی سے اسے معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔

"اوکے میں ٹرائی کرتی ہوں۔۔؟" زندگی میں پہلی دفعہ اس کے ہاتھ پیر پھولے، کیونکہ ارتضی اسے مسلسل گاڑی سے اترنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"بات کرواؤ میری تم ارتضی کے ساتھ۔۔۔" ہم زاد کی اگلی بات نے اسے حیران کیا۔

اس نے خاموشی سے سیل فون ارتضی کی طرف بڑھایا، اتنا تو اسے بھی پتا تھا کہ اس مصروف شاہراہ پر ان کے تعاقب میں آنے والے لوگ ابھی کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے آگے اور پیچھے گاڑیوں کی لمبی قطاریں تھیں۔ ہم زاد نے ارتضی سے صرف تیس سیکنڈ بات کی تھی۔

"آپ پلیز اتریں اور پیچھے سے گھوم کر جانے کی بجائے آگے سے جائیں۔۔۔" ارتضی اپنے حواسوں میں تھا اور اسے بھی اس وقت صرف اسی کی ٹینشن تھی۔

شہر زاد نے ہلکا سا جھجک کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسی وقت برابر والی جیپ کا بھی دروازہ کھلا اور ہم زاد نیچے اترا۔۔۔

"پلیز شیری، جلدی جائیں، سگنل کھل جائے گا۔۔۔" ارتضی ایکدم چیخا۔۔

"ہاں، ہاں جا رہی ہوں۔۔۔۔" شہر زاد نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنا پہلا قدم نیچے رکھا۔۔

"فار گاڈ سیک، ہری اپ، ٹائم نہیں ہے۔۔" شہر زاد نے جیسے ہی زمین پر دوسرا قدم رکھا، پچھلی گاڑی میں موجود لوگ یہ سمجھے کہ شاید ارتضی بھی اسکے ساتھ

اتر رہا ہے ان گاڑیوں کے دروازے جھٹکے سے کھلے اور تین چار لمبے تڑنگے نوجوان بڑی سرعت کے ساتھ کلاشنکوف لیے نیچے اترے۔

شہر زاد نے خوفزدہ انداز سے ان سب کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اسے لگا جیسے موت اسکے تعاقب میں آ رہی

ہو، ان لوگوں کی آنکھوں میں اس قدر اشتعال، غصّہ اور وحشت تھی کہ وہ خوفزدہ انداز سے وہیں کھڑی ہو گئی۔۔۔

"شہر زاد۔۔۔ لیٹس موو۔۔۔!!!!" ہم زاد اپنی جیپ سے نکلتے ہوئے بلند آواز میں چیخا۔ "گاڑی کے سامنے سے آؤ، پیچھے سے نہیں۔۔"

لیکن اس کے قدم زمین پر جم چکے تھے، اس نے رائفلوں کا رخ اپنی جانب دیکھا اور اسے لگا کہ ہم زاد کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ لوگ ارتضی کے نہیں شاید اسی کے پیچھے آئے تھے اور اس سوچ نے اس کی روح فنا کر دی۔۔

اس کے ساتھ وہ ہوا، جس کا کسی نے سوچا ہی نہیں تھا۔ فضا ایک دم گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں کی آوازوں سے گونج اٹھی، ارد گرد کے ماحول میں سراسیمگی سی پھیل گئی۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بے اختیار زمین پر بیٹھتی گئی اس کے قدموں میں خون کی ایک لکیر تیزی سے بہتی ہوئی آ رہی تھی

جب اس نے ایک مضبوط انسانی ہاتھ اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔۔۔

"ارتضی۔۔۔!!!" شہر زاد نے خوفزدہ نگاہوں سے گاڑی کی طرف دیکھا۔۔

"وہ ٹھیک ہے، تم چلو میرے ساتھ۔۔۔" ہم زاد نے اسکا بازو نرمی سے پکڑ کر اسے اٹھنے میں مدد دی۔ شہر زاد صرف ایک نظر ہی اس کی طرف دیکھ پائی اور مغرب کے بعد پھیلنے والے اندھیرے میں اس کے نقوش کچھ جانے پہچانے سے لگے۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھی، اور اسی وقت اس کی نگاہ، زمین پر گری ہوئی ان چار بندوں کی لاشوں پر پڑی، جنھوں نے اس پر بندوقیں تانی تھیں اور اس کے دل کو تھوڑا اطمینان ہوا لیکن اگلے ہی لمحے اسکی نظر اپنی گاڑی کے دروازے کے پاس گرے ہوئے ارتضی پر پڑی، اسکا دل دھک کر کے رہ گیا، ارتضی کے بازو سے خون کا فوارہ پھوٹ رہا تھا اور وہ تکلیف سے دہرا ہو رہا تھا۔

"ارتضی۔۔۔ ارتضی۔۔۔" وہ ہم زاد سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اسکی طرف بھاگی، ارتضی کے ارد گرد سیکورٹی اہلکاروں کا ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، اور شہر زاد کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا، کچھ لمحوں کے لیے وہ ہم زاد کو بالکل بھول گئی۔

وہ تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی اور وہاں گاڑی کا شیشہ ٹوٹنے کی وجہ سے زمین پر بکھری ہوئی کرچیوں میں ایک نوکیلا شیشہ شہر زاد کے جوتے کی تلوے کو کاٹتا ہوا اسکا پیر زخمی کر گیا اور اسکے منہ سے بلند آواز میں سسکی نکلی اور وہ بیٹھ گئی۔۔

وہ تیزی سے اسکے تعاقب میں پہنچا اور تاسف بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا، اسکے پاؤں سے بھی خون بہہ رہا

تھا۔اس نے فوراً بیٹھ کر اپنی جیب سے رومال نکالا اور اسکے پاؤں پر باندھا۔

"ڈونٹ بی ایموشنل شہزاد۔۔۔میڈیا کی گاڑیاں پہنچ رہی ہیں یہاں، تماشا بن جائے گا، لیٹس موو۔۔" اس نے دوبارہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھنے میں مدد دی، فضا میں ایمبولینس اور پولیس کی گاڑیوں کے ہارن گونج رہے تھے۔وہ اسکا سہارا لے کر لنگڑاتی ہوئی جیپ تک پہنچی۔اس نے دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے میں مدد دی۔۔

"تم نکلو انہیں لے کر، میں باقی سچوئشن ہینڈل کرتا ہوں۔۔" میجر توصیف اسکے پاس آ کر عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئے۔

"**تھینکس** توصیف لیکن شہزاد کا نام نہیں آنا چاہیے میڈیا میں۔!!!" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے میجر توصیف کو ہدایت دی۔

"ڈونٹ ووری۔۔۔" میجر توصیف کا لہجہ پر اعتماد تھا۔جبکہ شہزاد میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ سکے۔

وہ اپنے فون پر آنے والی کالز میں مسلسل بزی تھا اور ہائی کمانڈز کو اس سلسلے میں آگاہ کر رہا تھا، جبکہ شہزاد کے دل و دماغ پر اس وقت ارتضی کا زخمی وجود سوار تھا اور وہ آنکھیں بند کیے اسکے لیے دعا گو تھی،اور اب تو اسے اپنے پیر کی تکلیف بھی بھول چکی تھی۔۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔؟" اس نے جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے اپنا سیل فون ڈیش بورڈ پر رکھ کر اس کی طرف دیکھا۔وہ اپنی کالز سے فارغ ہو چکا تھا اور اب بڑے اطمینان اور سکون سے اپنے بالکل برابر میں بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

یہ وہ لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ محبت کی مضبوط ڈور میں بہت سالوں سے بندھا ہوا تھا اور اتنے سالوں کی آنکھ مچولی کے بعد اب اسکے دل میں یہ شدت سے تمنا جاگی تھی کہ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسکے سامنے بات کر سکے، وہ لمحہ آ چکا تھا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں، تم ٹھیک ہو ناں۔۔؟" وہ فکرمند انداز میں گویا ہوا۔

"جی۔۔۔!!!" شہزاد کو اپنے سر پر منوں وزن محسوس ہوا، اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ سر اٹھا کر اپنے سے چند انچ پر بیٹھے ہوئے اس شخص کو دیکھ سکے جس نے کتنے سالوں سے اسکی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔

اسکی گاڑی قریبی ہوسپٹل کی پارکنگ میں رک چکی تھی، وہ جلدی سے نیچے اترا اور اسکی سائیڈ والا دروازہ کھولا،

سورج غروب ہو چکا تھا، ملگجا سا اندھیرا ہر چیز پر غالب آ چکا تھا، پارکنگ میں لگی لائٹس جل چکیں تھیں۔

"اپنا ہاتھ دو مجھے۔۔۔" ہم زاد نے گہری نظروں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا تاکہ اسے اترنے میں مدد دے سکے۔

"میں اتر جاؤں گی۔۔" آگے بھی شہرزاد تھی، اس نے مضبوطی سے دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر جیپ سے اترنے کی کوشش کی، شیشے کی کرچیاں اسکے پاؤں میں کافی اندر تک دھنسی ہوئی تھیں، یہی وجہ تھی اس نے جیسے ہی پیر نیچے رکھنے کی کوشش کی، اسکے منہ سے سسکی کی آواز بے ساختہ نکلی۔

"جب ضرورت سے زیادہ بہادری دیکھاتی ہو تو بالکل اچھی نہیں لگتی ہو۔" وہ ہلکا سا جھنجلا کر گویا ہوا، وہ ایک الیکٹرک پول کے عین نیچے کھڑا تھا۔ اس کی لہو گرما دینے والی نظریں شہرزاد کے چہرے پر جمی ہوئیں تھیں۔

"اب کیوں سر جھکائے کھڑی ہو۔۔؟" شہرزاد نے ہمت کر کے سر اٹھایا اور اپنے سامنے کھڑے شخص کی شہد رنگ آنکھوں کی طرف دیکھا، ہم زاد نے شرارت سے اسے فوجی اسٹائل میں سلیوٹ کیا، وہ بوکھلا گئی، گھبراہٹ اسکے چہرے سے مترشح تھی، شہرزاد کا چہرہ سرخ ہوا، اس نے محض ایک نظر اسے دیکھا اور اسکے نقوش اسے جانے پہچانے لگے۔

"دیکھ لو، تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔۔" وہ نچلا ہونٹ دبائے، بڑے دلکش انداز میں مسکرایا۔

اسکا سارا اعتماد اس وقت دھواں بن کر فضاؤں میں تحلیل ہو چکا تھا۔ وہ اسے پہچان چکی تھی۔ دراز قد، کلین شیو، گھنے بال اور سرخ و سپید رنگت والا یہ ہینڈسم لڑکا اسے یاد آ ہی گیا، جس کی ٹھوڑی پر ہلکا سا بھورے رنگ کا تل تھا اور بات کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں چمکتے جگنو، مدمقابل کو کنفیوژ کرنے کے لیے کافی تھے۔ وہ مری کونوینٹ میں اس سے ایک سال سنئیر تھا، اور اسکے حوالے سے ماضی کی کئی خوشگوار یادیں اسکے دماغ میں محفوظ تھیں۔

"شہرزاد غور سے دیکھو اور پہچانو، کون ہوں میں۔۔۔" وہ شرارت بھرے انداز میں بولا۔

"اتنی کمزور یاداشت نہیں ہے میری حمزہ خالد۔۔۔!!!" اس نے ہلکا سا جل کر اسکا پورا نام لیا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔

"حمزہ نہیں میجر حمزہ، اور تمہارا ہم زاد۔۔!!!" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر شرارت سے جھکا۔۔۔

"اٹس ناٹ فئیر۔۔۔!!!" اس نے اپنے پاؤں کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"میرے نزدیک بھی محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز نہیں ہوتی لیکن اتنے سالوں سے تمہارے پیچھے دربدر ہو رہا ہوں، اب اتنا مارجن تو دو گی ناں۔؟" وہ جگنوؤں کی طرح چمکتی ہوئی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بڑے دوستانہ انداز میں بولا تھا۔

شہزاد کی نظریں اسکے مضبوط ہاتھوں پر جمی ہوئیں تھیں، جنہیں وہ سینے پر باندھے بڑی فرصت سے اسکے سامنے کھڑا بڑی گہری نظروں سے اسے تک رہا تھا۔اس میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ دوبارہ نگاہ اٹھا کر اسکی طرف دیکھ سکے۔

''امید ہے اس بار دوستی کا ہاتھ نہیں ٹھکراؤ گی۔۔۔''حمزہ اسے بہت سال پرانی بات کا حوالہ دے رہا تھا۔

''اچھا نہیں کیا آپ نے۔۔۔'' وہ ہلکا سا جھینپ کر بولی۔

''اور تم نے اچھا کیا تھا، یاد ہے صرف تمہارے ایک ووٹ کی وجہ سے ہارا تھا میں اسکول کا الیکشن۔'' وہ شرارتی انداز میں گویا ہوا۔

''اس چیز کا بدلہ لیا ہے آپ نے۔۔''اس نے بھی برجستگی کا مظاہرہ کیا۔

''بدلہ صرف نفرت کا لیا جاتا ہے محبت کا نہیں، محبت تو صرف دینے کا نام ہے شہزاد سہگل، لیکن تم یہ بات نہیں سمجھو گی۔۔'' وہ معنی خیز انداز میں گویا ہوا۔اسے اس وقت اپنے ساری ڈیوٹیز بھولی ہوئیں تھیں۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ساری زندگی یونہی اسے دیکھتے ہوئے گذار دے، یہ وہ لڑکی تھی جسے اس نے برسوں چاہا تھا۔سیاہ رنگ کے سوٹ میں وہ بالوں کو لاپرواہی سے کیچر میں باندھے ہوئے بالکل عام سے حلیے میں اسے بہت خاص دکھائی دے رہی تھی۔

جبکہ شہزاد کی نگاہیں اب اسکے فوجی بوٹوں پر جمی ہوئیں تھیں۔۔

''ہاں تو میم کیا کہتی ہیں آپ۔۔۔؟'''وہ ایک دفعہ پھر شرارتی انداز سے گویا ہوا۔

''فی الحال تو میرے پاؤں کی تکلیف مجھے کچھ کچھ بھی کہنے سے روک رہی ہے۔۔۔''اس نے گھبرا کر بات پلٹی۔

''اوہ آئی ایم سوری، تم یہیں کھڑی ہو، میں اندر سے وہیل چیئر لے کر آتا ہوں۔۔۔'' وہ فکرمند ہوا۔

''نہیں، میں خود چل لوں گی۔۔۔''شہزاد نے ہلکا سا لنگڑا کر چلنے کی کوشش کی، اور حمزہ نے تاسف بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

''تم کبھی نہیں بدلو گی شہزاد۔۔۔'' وہ اسکی بات پر اب پہلی بار کھل کر مسکرائی، اور اس نے دوسری بار پر اپنے سامنے کھڑے اس مضبوط شخص کی طرف دیکھا، جس کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ تھی، وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ایک باز پھر پزل کر گیا اور وہ بوکھلا کر تیز تیز چلنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مری کی پہاڑوں پر اترنے والی وہ دوپہر بہت عجیب تھی۔۔۔

جو اپنے دامن میں بے شمار طوفان لیے نمودار ہوئی تھی لیکن میر ہاؤس کے مکین اس بات سے انجان تھے۔

میر ہاؤس میں صبح سے افراتفری کا سماں تھا، کیونکہ شام میں درشہوار اور انابیہ کی برات اور ولیمے کا فنکشن اکھٹا تھا، گھر دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں سے بھرا ہوا تھا اور آج تو نمیرہ کی بیٹری بھی مکمل آف تھی۔اس نے جب سے وہاج اور تاجدار بیگم کی گفتگو سنی تھی، اسکا دماغ کھول رہا تھا، لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ یہ بات کسی سے بھی شئیر نہیں کر سکتی تھی۔

''بھابھی، یہ ساری لڑکیاں کہاں ہیں، مہمان بار بار پوچھ رہے ہیں ان کا۔۔''ندرت بیگم بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنی جیٹھانی کے کمرے میں داخل ہوئیں جو کہ ساڑھی کا بلاؤز ہاتھ میں پکڑے بغور اسکا معائینہ کر رہی تھیں۔

''مجھے تو لگتا ہے ان لڑکیوں کو کسی نے بد دعا دے دی ہے، جس کو دیکھو، منہ پھلائے گھوم رہی ہے، چلو درشہوار اور انابیہ کی تو شادی ہے، یہ طوبی اور نمیرہ کو کیا تکلیف ہے۔۔۔''تاجدار بیگم نے ہاتھ میں پکڑا بلاؤز بیڈ پر پھینکا۔

''ان کے بھی مزاج بگڑے ہوئے ہیں، جس کو دیکھو، کونے کھدرے میں چھپی بیٹھی ہے، ایسا لگتا ہے شادی نہیں خدانخواستہ کوئی بربادی چل رہی ہو اس گھر میں۔۔۔''ندرت امّی تلخی سے گویا ہوئیں۔

''گھر مہمانوں سے نہ بھرا ہوتا تو ایک دفعہ تو ضرور میں ان چاروں کی طبیعت سیٹ کر دیتی۔۔۔''تاجدار بیگم جھنجھلا کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔''ویسے پوچھ کون رہا ہے بچیوں کا، پتا بھی تو چلے۔۔۔''

''پھپھو اصغری چار دفعہ پوچھ چکی ہیں، ان کو تو اس بات کا غم کھائے جا رہا ہے کہ درشہوار ان کو سلام کرنے کیوں نہیں آئی اور انابیہ کیوں منہ چھپائے بیٹھی ہے ان سے۔۔۔''ندرت امی نے اپنا مسئلہ بتایا۔

''پھپھو اصغری کو بھی اللہ جانے کون سا کیڑا کاٹتا ہے، ہر اس معاملے میں کوئی گھستی ہیں، جس سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، انہیں بیٹھاؤ ناں شارقہ کے کمرے میں، وہی دے ان کے سوالوں کے جوابات۔۔۔''

تاجدار بیگم کا سارا دھیان اپنے بلاؤ کی طرف تھا جس کی سلائیاں ان کی درزن نے خاصی تنگ کر دی تھیں اور اس وجہ سے وہ خاصی ٹینشن میں تھیں۔

''سوتن صاحبہ کے اپنے مزاج بگڑے ہوئے ہیں، وہ اپنی ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے گھوم رہی ہیں، مجھے تو سمجھ نہیں آرہی کہ آخر پورے گھر میں چل کیا رہا ہے، مسئلہ کیا ہے سب کے ساتھ۔۔؟''ندرت کی بات پر تاجدار بیگم نے چونک کر اپنی دیورانی کا چہرہ دیکھا۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھول کر نمیرہ بجھے بجھے انداز میں اندر داخل ہوئیں۔دونوں نے غور سے اسکی افسردہ شکل کو دیکھا۔

"ممانی جان، ڈرائیور سے کہیں، درشہوار اور انابیہ کو پارلر چھوڑ آئے۔۔۔"

"پارلر تو وہ چھوڑ آئے گا یہ تم کس خوشی میں منہ لٹکائے گھوم رہی ہو۔۔" تاجدار بیگم نے لگے ہاتھوں اسکی کلاس لی تو وہ ایک دم گڑبڑا سی گئی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ممانی جان، میں تو بس ایسے ہی۔۔۔" اس نے گھبرا کر صفائی دینے کی کوشش کی۔

"ایک دفعہ شادی خیر خیریت سے نبٹ جائے تو میں سیٹ کرتی ہوں تم سب کے دماغ، فی الحال تو میں اس کم بخت شریفاں کو دیکھوں، جس نے سارے بلاوز کا ستیاناس مار دیا ہے، رات کو فنکشن پر پہننا تھا مجھے۔۔۔" وہ اپنا بلاوز اٹھا کر کمرے سے نکل گئیں۔

"درشہوار کا موڈ، کچھ ٹھیک ہوا کہ نہیں۔۔۔؟" ندرت بیگم نے دائیں بائیں دیکھ کر ذرا سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"اس کا موڈ تو مری کے موسم کی طرح پل پل بدلتا ہے، اب ہونٹوں پر خاموشی کا تالا لگائے بیٹھی ہے، اللہ جانے کیا چل رہا ہے اسکے دماغ میں۔" نمیرہ بیزاری سے کہتی ہوئی ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"میری تو دعا ہے بس آج کی رات گذر جائے، کل کو خود ہی ارسل سیٹ کر دے گا اسے۔۔۔" ندرت بیگم منہ بنا کر گویا ہوئیں، تو نمیرہ نے یوں حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ وہ سیٹ کر ہی نہ دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینا بیگم نے جھنجھلا کر ہاتھ میں پکڑا سیل فون صوفے پر پھینکا۔۔۔

ٹی وی لاؤنج میں ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھی ہوئی رومیصہ نے پریشانی سے ماں کا چہرہ دیکھا۔۔

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے ٹی وی اسکرین کے سامنے ٹہلتے ہوئے بیسوں دفعہ شہرزاد کا نمبر ڈائل کر چکیں تھیں، جو مسلسل پاورڈ آف جا رہا تھا۔ ارتضی پر ہونے والے حملے کی خبر اس وقت میڈیا کا ہارٹ فیورٹ ٹاپک بنی ہوئی تھی، حالانکہ چاروں حملہ آورز موقعے پر ہی مارے جا چکے تھے، لیکن اس خبر پر ہونے والے تبصروں نے ماحول خاصا گرم کر رکھا تھا۔

ٹی وی پر آنے والی نیوز کے مطابق ارتضی حیدر اس وقت اکیلے ڈرائیو کر رہے تھے، اس سارے قصّے میں شہرزاد کا نام کہیں پر بھی نہیں لیا جا رہا تھا لیکن شیری کے پرائیوٹ گارڈ رضا کی طرف سے آنے والی اطلاع نے ٹینا بیگم کو شدید قسم کی **تشویش** کا شکار کر دیا، جسکے مطابق، شیری اس حملے کے وقت ارتضی کے ساتھ تھی، اور اس خبر کی تصدیق شہرزاد کے سیل فون کے مسلسل پاورڈ آف ہونے نے بھی کر دی تھی۔

"یا اللہ میری بچی کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا۔۔" وہ فکر مند انداز میں دعائیں مانگ رہی تھیں۔

"مام، اگر شیری ان کے ساتھ ہوتی تو کم از کم کوئی ایک چینل تو یہ نیوز دیتا۔۔" رومیصہ نے ماں کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

"ہو سکتا ہے اسکا نام ارتضٰی نے نکلوا دیا ہو۔۔" ان کو تسلی نہیں ہوئی۔

"ارتضٰی تو خود زخمی ہو کر ہوسپٹل پہنچے ہوئے ہیں، ان کو کہاں اس وقت ایسی چیزوں کا ہوش ہو گا۔ مجھے تو لگتا ہے رضا کو واقعی کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" اس نے ایکدفعہ پھر ٹینا بیگم کو سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔

"بے وقوف لڑکی۔۔۔ رضا ایسی غلط بیانی کیوں کرے گا۔؟ وہ بتا چکا ہے مجھے کہ اسکی شیری سے دو دفعہ بات ہوئی تھی، جب وہ ارتضٰی کے ساتھ پنڈی سے نکلی تھی۔۔" ٹینا بیگم نے جھنجھلا کر اسے تفصیل سے بتایا۔

"تو پھر اس بے وقوف کو کس نے کہا تھا کہ اسے اکیلا چھوڑے، تنخواہ کس چیز کی لے رہا ہے وہ۔۔" رومی کو اسکے گارڈ پر غصہ آیا۔

"اپنی بہن کی حرکتوں کا اندازہ نہیں ہے تمہیں۔؟ ایک کی بجائے دس گارڈز بھی ہوتے تو اس نے یہی حرکت کرنی تھی۔ خود کو بہت پھنے خان سمجھتی ہے ناں۔ اب پتا نہیں کس حال میں ہو گی۔۔؟" ٹینا بیگم کی پریشانی کسی طور بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"مام ٹھیک ہونگیں وہ، اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہوا ہوتا تو اس وقت ٹی وی پر ٹیکر چل رہا ہوتا۔۔" وہ روانی میں کچھ غلط بول گئی۔۔

"شٹ اپ رومی، بات کرنے سے پہلے کچھ تو سوچ لیا کرو، سگی بہن ہے وہ تمہاری، کیسے منہ پھاڑ کر تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی، اللہ نہ کرے میری بیٹی کو کچھ ہو، تم بھی کمال کر دیتی ہو۔۔۔" وہ ایکدم غصّے میں آ گئیں۔

"آئی ایم سوری مام، میرا یہ مقصد نہیں تھا، لیکن آپ بھی تو بچوں کی طرح ری ایکٹ کر رہی ہیں، اتنے بڑے حادثے کے بعد کہاں انسان کو اپنا ہوش رہتا ہے، رابطہ کر لے گی وہ۔ آپ خوامخواہ سے اپ سیٹ ہو رہی ہیں۔۔۔" رومی ہلکا سا چڑ گئی۔

"جب خود ماں بنو گی تو تب پتا چلے گا تمہیں، ماؤں کے دل کیسے ہوتے ہیں۔۔۔" ٹینا بیگم انجانے میں اسکی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ گئیں، رومیصہ نے گھبرا کر اپنا دوپٹہ پھیلا لیا، ابھی تو اسکی پریگنسی کا اسٹارٹ تھا لیکن وہ حد درجہ کونشس ہو چکی تھی۔

ٹینا بیگم کے سیل فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف سیف الرحمن تھے، انہوں نے کنکھیوں سے رومی کی طرف دیکھتے ہوئے کال اٹینڈ کی، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ ان کو پسند نہیں کرتی۔

"ہاں سیفی، بتاؤ کچھ پتا چلا شیری کا۔۔۔؟؟؟؟" انہوں نے محتاط انداز میں پوچھا، دوسری طرف رومی کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔ وہ مسلسل اپنے سیل فون پر کوئی ٹیکسٹ کرنے میں بزی تھی، دوسری طرف سیف الرحمن نے شاید کوئی تسلی بخش اطلاع دی تھی جسے سنتے ہی ان کا چہرہ پر سکون ہوا۔

"تھینکس گاڈ، چلو کچھ تو تسلی ہوئی مجھے، اب خود کو نٹیکیٹ کر لے گی وہ۔۔" ٹینا بیگم کے حلق سے ایک لمبا سانس خارج ہوا اور رومی کی وجہ سے انہوں نے سیف الرحمن سے مختصر ابات کر کے فون بند کر دیا۔

"کیا کہہ رہے تھے سیفی انکل۔۔۔؟؟؟" رومی کے اس سوال پر انہیں خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا، وہ کہاں ان کے بارے میں اتنی تمیز سے بات کرتی تھی۔

"بتا رہے ہیں شیری، میجر توصیف کے ساتھ ہے اور بالکل خیریت سے ہے، لیکن ارتضی خاصا زخمی ہوا ہے اس حادثے میں۔۔۔"

"آپ کو جانا چاہیے ان کی عیادت کے لیے۔۔۔" رومیصہ نے دانستہ ماں کی توجہ دوسری جانب مبذول کروائی۔

"جب تک میری شیری کے ساتھ بات نہیں ہوتی، میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" ٹینا بیگم کے ضدی انداز پر وہ ہلکا سا مسکرائی۔ اسی وقت اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی گونجی اور خوش قسمتی سے دوسری طرف شہرزاد ہی تھی۔۔۔

"شیری کہاں ہو تم۔۔۔؟" رومی بے تابی سے گویا ہوئی تو ٹینا بیگم جلدی سے اسکے پاس آن کھڑی ہوئیں۔۔

"ہوسپٹل میں ہوں یار۔۔۔" دوسری طرف شہرزاد خاصی تھکی تھکی سی تھی۔ وہ اس وقت میجر حمزہ کے ساتھ اپنے پاؤں پر بینڈیج کروا رہی تھی۔

ٹھیک تو ہو ناں۔۔؟ رومیصہ کو فطری سی پریشانی نے آن گھیرا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں، بس ایک گھنٹے تک پہنچ جاؤں گی گھر۔۔" شہرزاد نے اسے تسلی دی۔

مام کا ٹینشن سے بُرا حال ہے، یہ لو بات کروان سے۔۔" اس نے سیل فون ٹینا بیگم کی طرف بڑھایا، جو انہوں نے بے تابی سے پکڑ لیا۔

فون کی دوسری سائیڈ پر موجود شہرزاد نے اللہ جانے ان پر کیا پڑھ کر پھونکا تھا جو وہ ایک دم ریلکس ہو گئیں۔ رومی نے بھی دل ہی دل میں سکون کا سانس لیا ورنہ اسے اپنے اگلے دو گھنٹے مزید برباد ہوتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

در شہوار کے پورے وجود پر ایک محسوس کیا جانے والا ٹھہراؤ تھا۔۔!!!

اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ بیوٹی پارلر جانے کے لیے اپنا بیگ تیار کیا، اور بہت سوچ سمجھ کر چیزیں رکھیں، زرد رنگ کے مایوں والے سوٹ میں ملبوس انابیہ جو اس وقت اسکے کمرے میں موجود تھی اس نے حیرانگی سے اسکا پرسکون چہرہ دیکھا۔

"آپ نے چیزیں رکھ لیں اپنی۔۔۔" در شہوار نے چھوٹے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بیا کی طرف سرسری انداز میں دیکھا۔

"ہاں رکھ لیں، لیکن در شہوار، تم ٹھیک تو ہو ناں۔۔۔؟" بیا پریشانی سے بیڈ سے اٹھ کر اسکے پاس چلی آئی۔

ویسے تو برہان کے سرد رویئے نے اسے بھی ہرٹ کر رکھا تھا لیکن اس وقت اس کی تشویش کی ایک بڑی وجہ در شہوار کی پراسرار خاموشی تھی، رات مہندی کے فنکشن کے بعد سے اسکے پورے وجود پر ایک سکوت سا طاری تھا، جو اسکی فطرت اور مزاج دونوں کے خلاف تھا۔

"کیوں بیا۔۔؟ مجھے کیا ہونا ہے۔۔؟" اس نے نظریں چرا کر اپنے بالوں میں برش کیا، وہ بیا کی طرف دیکھنے سے دانستہ گریزاں تھی۔

"تمہاری ارسل کے ساتھ کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔؟" انابیہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح سے بات کا آغاز کرے۔

"مجھے اب کسی سے کوئی بات نہیں کرنی بیا، ان سب نے جو کرنا تھا، بس کر لیا۔۔۔" اسکا لہجہ اتنا سرد اور سپاٹ تھا کہ بیا نے گھبرا کر اسکی طرف دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے، تم نے حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔۔۔؟" وہ اسکا تلخ انداز دیکھ کر افسردہ ہوئی۔

"اس کے علاوہ اور کیا آپشن ہے اس گھر کی لڑکیوں کے پاس۔۔؟" در شہوار اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عجیب سے انداز میں مزید گویا ہوئی۔ "ہمارے ہاں تو لڑکیوں کو اپنی مرضی سے سانس لینے کا حق نہیں دیا جاتا، لائف پارٹنر کا انتخاب تو بہت دُور کی بات ہے۔

"ارسل بہت اچھا لڑکا ہے در شہوار۔۔۔" انابیہ نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"لیکن میں میر ہاوس کی سب سے بُری اور ضدی لڑکی ہوں۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی، انابیہ کو اسکی ہنسی

بین ڈالتی ہوئی محسوس ہوئی۔اس سے پہلے کہ وہ اس بات پر کوئی تبصرہ کرتی، طوبیٰ منہ بناتی ہوئی کمرے کے اندر داخل ہوئی۔

''آپ دونوں کی باتیں ہی ختم نہیں ہو رہیں، شاہ میر ویٹ کر رہا ہے باہر گاڑی میں۔۔'' اسکی اطلاع پر درشہوار چونکی اور ہلکی سی بے چینی کا شکار ہوئی۔''کیا میرو بھیا جائیں گے ہمیں پارلر چھوڑنے۔۔۔؟

''ظاہر ہے دو دو دلہنوں کو کوئی اکیلا تھوڑی بھیجے گا اور سلمیٰ بوا بھی ساتھ ہونگیں۔'' طوبیٰ کی اگلی بات نے درشہوار کو مزید پریشان کیا لیکن اس نے جلد ہی خود کو سنبھال لیا۔اس کا ذہن اب تیزی سے کوئی حساب کتاب کرنے میں مگن تھا۔

''چلیں بیا۔۔'' درشہوار نے سیاہ رنگ کی چادر سے خود کو ڈھانپتے ہوئے کمرے پر الوداعی نظر ڈالی۔

''ہاں چلو، ٹائم بھی کافی ہو گیا ہے۔۔''انابیہ نے اپنا بھی سامان اٹھایا اور وال کلاک کی طرف نظر ڈالی جہاں شام کے پانچ بج رہے تھے۔

''منہ ڈھانپ کے باہر نکلنا، کافی مرد ہیں لان میں۔۔'' ٹی وی لاونج میں بیٹھیں ہوئیں تاجدار بیگم نے دونوں کو ایک ساتھ نصیحت کی۔

''خدا حافظ امّی۔۔۔'' درشہوار کے منہ سے بلا ارادہ نکلنے والے ان دو لفظوں نے تاجدار بیگم کو ہلکا سا چونکایا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان پر غور کرتیں، درشہوار اور انابیہ دونوں سیڑھیاں اتر کر ہال کمرے کی طرف بڑھ چکی تھیں۔

میر ہاؤس میں اس وقت مہمانوں کا جم غفیر تھا، اور ملازمین کی دوڑیں لگی ہوئیں تھیں، آج شام سات بجے پی سی میں درشہوار اور نمیرہ دونوں کا مشترکہ فنکشن تھا، چونکہ انابیہ اور برہان کا نکاح ہو چکا تھا اس لیے ان کا ولیمہ اور درشہوار اور ارسل کی برات کا فنکشن تھا۔

میر ہاؤس کے بڑوں نے سب فنکشنز کو ایک ریسپشن میں نبٹانے کا فیصلہ کیا تھا اور وقت پی سی بھوربن میں ملک کے کئی اہم منسٹرز اور سیاست سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی آمد متوقع تھی۔

''تم ٹھیک ہو ناں۔۔۔؟؟'' درشہوار جیسے ہی شاہ میر کی جیپ میں آکر بیٹھی، اس نے بغور اپنی بہن کا پر سکون چہرہ حیرانگی سے دیکھا۔

''مجھے کیا ہونا ہے۔۔؟ آپ گاڑی چلائیں بس۔۔'' وہ اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں بولی تو شاہ میر نے تھوڑا سکون کا سانس لیا۔

انابیہ اور سلمیٰ بوا بھی دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکیں تھیں۔ درشہوار نے باہر نکلتے ہوئے دیکھا ان کے پورے لان

میں قناتیں لگی ہوئیں تھیں اس لیے ہادی کے گھر کا منظر بالکل بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ان کی سائیڈ بالکل کور ہو چکی تھی۔

لان میں اس وقت کافی لوگ موجود تھے، شاہ میر نے جب ان تینوں کو پارلر کے سامنے اتارا تو اسکی چھٹی حس اسے کسی بڑی گڑبڑ کا اشارہ کر رہی تھی، لیکن پریشانی کا سرا اسکے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔وہ سلمی بوا کو ان کا دھیان رکھنے کا کہہ کر بھی پارلر کے سامنے پورے پانچ منٹ تک کھڑا رہا لیکن محتشم صاحب کی کال پر اسے واپس جانا پڑا۔

وہ مری کی ایک خوبصورت کوٹھی میں بنا ہوا ایک جدید قسم کا سیلون تھا،اور آجکل شادیوں کا سیزن ہونے کی وجہ سے وہاں کافی رش تھا۔انابیہ اور در شہوار دونوں ویٹنگ ایریا میں پہنچ گئی تھیں اور ریسپشن پر موجود لڑکی نے انہیں وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ایک ورکر لڑکی ان کے برائیڈل ڈریس لینے ان کے پاس آئی تو در شہوار نے جلدی سے اپنا بیگ کھولا ۔۔۔

"اوہ نو۔۔۔اپنے لہنگے کی چولی تو گھر بھول آئی ہوں میں۔۔" در شہوار نے پلان کے مطابق انابیہ کی سماعتوں میں بم پھوڑا۔

"فون کر دوناں، طوبیٰ بھجوا دے گی۔۔۔" انابیہ فکر مند ہوئی۔

"لیکن واڈوروب کی چابیاں تو میرے پاس ہیں۔۔۔" در شہوار نے جان بوجھ کر پریشانی کا مظاہرہ کیا۔

"پلیز آپ جلدی منگوائیں، آپ کے بعد دو اور برائیڈز کی بکنگ ہے ہمارے پاس۔۔" ورکر کے فکر مند انداز پر انابیہ گھبرا کر بولی۔

"میں شاہ میر کو فون کرتی ہوں،وہ چابی آ کر لے جائے گا۔۔۔"

"رہنے دو اس کا ویسے ہی موڈ خراب ہے، سلمی بوا آپ آرام سے ٹیکسی میں چلی جائیں اور چپکے سے لے کر آ جائیے گا۔۔" در شہوار کے مشورے پر انابیہ ہلکا سا پریشان ہوئی۔"بوا اکیلی کیسے جائیں گی۔۔؟؟؟"

"دس منٹ کی ڈرائیو پر تو گھر ہے،بوا آپ پلیز ٹیکسی لے کر چلی جائیں۔۔۔" در شہوار کے دوٹوک انداز پر بوا پریشانی سے کھڑی ہوئیں۔

"کیا سوچ رہی ہیں، جلدی جائیں، ٹائم بہت کم ہے، سات بجے پہنچنا ہے ہمیں ہال میں۔۔"اس نے بوا کو کچھ بھی سوچنے کا موقع دیئے بغیر بازو سے پکڑا اور دروازے کی طرف لے گئی اور سلمٰی بوا کو اسکے ضدی انداز پر ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔

"پلیز آپ برائیڈل روم میں آ جائیں اور آپ کا ڈریس جیسے ہی آتا ہے گھر سے تو بتا دیجئے گا۔۔" ورکر، جیسے ہی

انابیہ کو لے کر وہاں سے نکلی، درشہوار نے سکون کا سانس لیا، اب میدان صاف ہو چکا تھا اس نے اپنی چادر اتار کر بیگ کے اندر سے اپنا سیاہ رنگ کا گاون نکالا اور خاموشی سے دوسرے پورشن کی طرف چلی گئی، وہاں جا کر گاؤن پہنا، اچھی طرح سے چہرے پر نقاب لیا اور بڑے اطمینان سے اپنا بیگ اٹھا کر پارلر سے نکل گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہرزاد کے پاؤں پر بینڈیج ہو چکی تھی۔۔۔

وہ حمزہ کے ساتھ ہوسپٹل سے نکلی تو اس وقت شدید ذہنی اور جسمانی تھکن کا شکار ہو چکی تھی۔

ایک تو یہ حادثہ اور اوپر سے حمزہ کے ساتھ اس اچانک ملاقات نے بھی اسے خاصا بوکھلا رکھا تھا، وہ دانستہ طور پر اسکی طرف دیکھنے سے انکاری تھی اور حمزہ کی گہری نظریں اسے بار بار بوکھلاہٹ کا شکار کر رہی تھیں اور اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ اسکی یہ فطری سی بوکھلاہٹ میجر حمزہ کو کتنا محظوظ کر رہی تھی، اور وہ باقاعدہ اس چیز کا لطف لے رہا تھا جبکہ شہرزاد کو دل ہی دل میں خود پر غصہ آ رہا تھا اور وہ خود کو پر اعتماد ظاہر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔

اسی دوران حمزہ اپنے سیل فون پر اس حادثے کی مسلسل اپ ڈیٹس لے رہا تھا۔ اسے یکطرفہ گفتگو سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ میجر توصیف سارا معاملہ ہینڈل کر چکا ہے اور ارتضیٰ کو ہوسپٹل میں شفٹ کر دیا گیا ہے اور اسکی حالت اب خطرے سے باہر تھی۔

"میڈم چلیں گھر۔۔۔" وہ چلتے چلتے رکا اور جھک کر اسکے پاؤں کو دیکھنے لگا۔ "وہیل چیئر منگوالوں پارکنگ تک جانے کے لیے۔"

"نہیں، میں چل لوں گی۔۔۔" وہ بینڈیج کی وجہ سے بمشکل چل رہی تھی۔۔

"اب درد تو نہیں ہو رہا۔۔۔؟" حمزہ نے جیپ میں بیٹھتے ہوئے فکرمند لہجے میں پوچھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسکی تکلیف کو سیکنڈوں میں دُور کر دیتا۔ اس نے شہرزاد کے منع کرنے کے باوجود پین کلر انجکشن بھی لگوا دیا تھا۔

"نہیں، بہتر ہوں۔۔۔" وہ زبردستی مسکرا کر بولی تو اس کا چابی گھماتا ہوا ہاتھ ساکت ہوا۔ شہرزاد نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔ اس شخص کی نظروں کا سامنا کرنا بھی کسی بڑے امتحان سے کم نہیں تھا اور اس بات کا ادراک اسے ابھی ابھی ہوا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔" وہ نظریں چرا کر بولی۔

"جب تم مسکراتی ہو تو اچھی لگتی ہو لیکن جب "زبردستی" مسکراتی ہو تو اس سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہو، کیونکہ اس

زبردستی کی مسکراہٹ کے پیچھے کسی دوسرے کو ریلیکس کرنے کی دانستہ کوشش ہوتی ہے۔۔۔" حمزہ معنی خیز انداز میں بولتا ہوا اسکے دل کی دھڑکنوں کو ایک دفعہ پھر بے ربط کر گیا۔

"مجھے آپکی باتیں سمجھ نہیں آتیں۔۔۔" وہ جان بوجھ کر انجان بنی اور گاڑی کے شیشے سے دوسری طرف دیکھنے لگی ۔اسے لگ رہا تھا جیسے اسکا دل پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا اور شہرزاد کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ محبت کے معاملے میں ساری لڑکیاں ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔

"اگر تمہیں میری باتیں سمجھ نہیں آتیں تو یقین مانو دنیا کا کوئی بھی بندہ حمزہ خالد کو نہیں سمجھ سکتا۔۔۔" وہ گاڑی کی اسپیڈ جان بوجھ کر آہستہ رکھے ہوئے تھا۔

"حمزہ خالد کو اس دور میں بھی کوئی سمجھ نہیں پایا تھا، تو اب کیا خاک سمجھے گا۔۔۔" وہ ماضی کا حوالہ دے رہی تھی۔

"سچ سچ بتاؤ، مجھے دیکھ کر شاک تو لگا ہو گا تمہیں۔۔۔؟" اسکے لہجے سے شوخی چھلکی۔

"ہاں بہت زیادہ، کیونکہ میں دنیا کے ہر بندے پر ہم زاد ہونے کا شک کر سکتی تھی لیکن آپ پر نہیں۔۔۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"اس لیے کہ ہماری آپس میں کبھی بھی بہت زیادہ بات چیت یا دوستی نہیں رہی۔تم ایک سال جونیئر بھی تو تھیں مجھ سے۔" وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"میری اس دور میں کسی کے ساتھ بھی دوستی نہیں تھی۔۔۔" شہرزاد نے اسے یاد دلایا۔۔

"ہاں تبھی تو اچھی لگتی تھیں مجھے، ہمیشہ تمہیں اپنی چھوٹی بہن کے لیے پریشان ہوتے ہی دیکھا تھا میں نے۔" وہ اسکی باتوں کو مسکراتے ہوئے سن رہی تھی۔

"اور میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ تم پتا نہیں مجھے پہچان بھی پاؤ گی یا نہیں، بیچ میں اتنے سالوں کا گیپ بھی تو تھا۔اس کے علاوہ ہماری کبھی بہت زیادہ فرینڈشپ بھی تو نہیں رہی تھی، لیکن تم نے تو میرا پورا نام لے کر حیران کر دیا شہرزاد۔۔"

"یہ اتنی بھی حیرانگی کی بات نہیں کیونکہ میں آج بھی وہ بات نہیں بھولی، جب آپ نے رومی کی خاطر چار لڑکوں کی ٹھکائی کی تھی۔۔۔" اس نے بھی سکول دور کے ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا، جب رومی کا اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا اور اس موقعے پر حمزہ نے ان لڑکوں کو اچھا خاصا مارا تھا۔

"ٹرسٹ می، تمہاری خاطر تو میں پورے مری کو نوونیٹ سے لڑ سکتا تھا لیکن تم نے کبھی موقع ہی نہیں دیا۔۔" اسکے معنی خیز انداز پر وہ ہلکا سا بوکھلائی اور فوراً موضوع گفتگو تبدیل کیا۔

"پلیز ان ساری باتوں کو چھوڑیں، اور مجھے ہوسپٹل ڈراپ کر دیں۔۔۔" شہزاد کو اس وقت ارتضی کی خاصی ٹینشن تھی۔

"کون سے ہوسپٹل۔۔۔؟" وہ حیران ہوا۔

"جہاں ارتضی کو ایڈمٹ کیا ہوا ہے۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"شہزاد آر یو ان یور سینسز۔۔۔ تم سے چلا جا نہیں رہا اور تم ہوسپٹل جاؤ گی۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا گیا۔ اسے ارتضی کے لیے اسکی بے چینی بالکل بھی اچھی نہیں لگی اور اس پہلی ملاقات میں تو اسکی توقعات ویسے ہی ہائی تھیں۔

"یار وہ زخمی ہے اور میں اس حادثے کے وقت اس کے ساتھ تھی، اچھا تھوڑی لگتا ہے ایسے۔۔" وہ جذباتی ہوئی۔

"اور جو مجھے بُرا لگ رہا ہے کہ تم میرے ساتھ ہو کر ارتضی کے لیے ٹینس ہو رہی ہو۔۔؟" وہ ناراض ہوا تو شہزاد چپ ہو گئی۔

"کیا واقعی تم نے ہوسپٹل جانا ہے اس سے ملنے کے لیے۔۔۔؟" اس نے آس بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھا، اسکا خیال تھا کہ شاید وہ اسکی ناراضگی محسوس کر کے انکار کر دے گی لیکن شہزاد نے بھی آج اسکی ساری امیدوں پر پانی پھیرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

"ہاں مجھے اس سے ملنے جانا ہے۔۔۔" اسکی سنجیدگی پر حمزہ نے میجر توصیف کو کال کر کے ہوسپٹل کی معلومات لیں اور گاڑی کا رخ موڑ دیا۔

حمزہ دل ہی دل میں اس سے خفا ہو چکا تھا۔ ان دونوں کے درمیان محسوس کی جانے والی خاموشی کا طویل وقفہ آ چکا تھا۔ اس نے گاڑی ہوسپٹل کی پارکنگ میں کھڑی کی اور اسکی سائیڈ کا دروازہ کھول کر خود دوسری سائیڈ پر دیکھنے لگا۔

شہزاد ہلکا سا جھجک کر نیچے اتر آئی۔ اس نے کنکھیوں سے اسکے چہرے کے بگڑے ہوئے نقوش دیکھے، اسکی رنگت خاصی شفاف تھی اور ہلکی سی ناراضگی پر اسکا چہرہ سرخ ہو کر دہکنے لگتا۔ اپنی فوجی ہیر کٹ اسٹائل اور دراز قامتی کے ساتھ وہ اچھا خاصا ہینڈسم تھا، اور کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا، شہزاد کا خیال تھا کہ وہ اسے ڈراپ کر کے یہیں سے واپس چلا جائے گا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ جب وہ پس پشت رہ کر اسکا اتنا خیال کرتا ہے تو سامنے آ کر کیسے اسے بیچ راستے میں چھوڑ سکتا ہے۔

شہزاد پاؤں میں بینڈیج کی وجہ سے بہت آہستگی کے ساتھ چل رہی تھی اور وہ اسکا ساتھ دینے کے لیے خود بھی سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ جیسے ہی وہ لوگ ریسپشن پر پہنچے، سامنے مسز عالیہ قریشی کھڑی تھیں، جو اسکی طرف دیکھ کر

بے تابی سے اسکی طرف لپکیں، لیکن اس سے پہلے کہ وہ شہرزاد سے ملتیں، انکی نظر اسکے ساتھ کھڑے میجر حمزہ پر پڑی اور ان کے چہرے پر تغیر رونما ہوا۔ وہ بے تابی سے اسکی طرف بڑھیں۔۔

"ارے حمزہ بیٹا، تم کب آئے پاکستان۔۔؟ ہادی نے بتایا ہی نہیں مجھے۔۔۔" وہ بڑے پر جوش انداز میں اس سے ملیں، اور اسکے ماتھے کا بوسہ لیا۔ وہ خود بھی بڑے والہانہ انداز میں ان سے ملا۔

"بس دو تین دن ہی ہوئے ہیں آنٹی، کہاں پر ہے وہ آپکا خبیث بیٹا۔۔۔؟" اسکی بے تکلفی پر شہرزاد چونکی۔ اس کے ذہن میں جھپاکا سا ہوا اور اس کے ساتھ ہی کئی منظر ایک ساتھ روشن ہوئے۔ اسے اب جا کر یاد آیا کہ ہادی کا چہرہ اسے اتنا جانا پہچانا کیوں لگتا تھا، وہ حمزہ کا کلاس فیلو تھا۔

"کچھ فرینڈز آئے ہوئے ہیں اسکے، ان کے ساتھ بزی ہے وہ۔۔" وہ مسکراتے ہوئے اب شہرزاد کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"چار دفعہ کالز کر چکا ہوں، ایک دفعہ بھی ملنے نہیں آیا۔۔" اس نے شکایت کی۔

"تو تم خود چلے جاؤ ناں مری، وہ کون سا دُور ہے۔۔" انہوں نے مسکرا کر کہا اور شہرزاد کی طرف دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو ناں شیری، اور یہ حمزہ کہاں سے مل گیا تمہیں۔؟" وہ محبت بھرے انداز میں اس سے ملیں اور اس سے پہلے کہ شہرزاد ان کی بات کا کوئی جواب دیتی ان کی نظر اسکے پاؤں پر پڑی۔ "یہ کیا ہوا ہے۔۔؟ کیسے چوٹ لگی۔۔؟"

"آنٹی، یہ ارتضیٰ کے ساتھ تھیں اس حادثے کے وقت۔۔۔" حمزہ کی اطلاع پر مسز عالیہ قریشی کا رنگ اڑا۔

"اوہ مائی گاڈ، مجھے تو کسی نے نہیں بتایا۔ تم ٹھیک ہو ناں شیری۔۔" وہ ایکدم پریشان ہوئیں۔

"یہ تو ٹھیک ہی ہوتی ہیں آنٹی، بس اپنے ساتھ رہنے والوں کو پریشان رکھتی ہیں۔۔" اسکے جتاتے ہوئے لہجے پر وہ ہلکی سی الجھن کا شکار ہوئیں اور چونک کر ان دونوں کی طرف دیکھا، حمزہ کے ساتھ اسکی موجودگی ان کو حیران کر رہی تھی۔

"میری بہت اچھی فرینڈ ہے شیری، کونوینٹ میں مجھ سے اور ہادی سے ایک سال جونئیر تھی، اس حادثے میں، میں ہی ریسکیو کر کے لایا ہوں انہیں۔۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں انکی معلومات میں اضافہ کیا۔۔

"مسز قریشی، کیسی طبیعت ہے اب ارتضیٰ کی۔۔۔؟" شہرزاد نے دانستہ ان کی توجہ دوسری جانب مبذول کی۔

"اب تو کافی بہتر ہے، گولی نے اسکے بازو کو چھوا ہے اور اس وجہ سے خون بھی خاصا ضائع ہو چکا ہے اسکا۔" انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے ملنا تھا اس سے۔۔۔" اسکی بے چینی پر حمزہ ایک دفعہ پھر کوفت کا شکار ہوا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں ۔۔۔'' وہ ان دونوں کو لے کر ارتضٰی کے روم کی طرف چلی آئیں۔ کوریڈور میں سیکورٹی گارڈز اور پولیس کی کافی نفری موجود تھی۔ وہ تینوں جیسے ہی ارتضٰی کے روم میں داخل ہوئے، وہ اس وقت مکمل ہوش میں تھا، اور ایک نرس اسکے ہاتھ پر ڈرپ لگا رہی تھی۔

ارتضٰی نے جیسے ہی شہر زاد کی طرف دیکھا، اسکی آنکھوں کی چمک میں ایکدم اضافہ ہوا جو حمزہ کی زیرک نگاہوں سے چھپ نہ سکا۔ شہر زاد بھی فکر مند انداز میں اسکی طرف بڑھی، لیکن اس سے پہلے ارتضٰی کی نظر اس کے پاؤں پر پڑی۔

''شیری کیا ہوا آپ کے پاؤں کو۔؟ آپ ٹھیک ہیں ناں ۔۔۔؟'' اس نے بے چین انداز میں اٹھنے کی کوشش کی ، اور ایک درد کی ٹیس اسکے بازو سے اٹھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسکے منہ سے سسکی نکل آئی۔

''بیٹا، دھیان سے کیا ضرورت ہے اٹھنے کی ۔۔۔'' مسز قریشی نے آگے بڑھ کر اسے دوبارہ لٹانے کی کوشش کی۔

''وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن تم اپنا خیال رکھو۔''

''کیسی طبیعت ہے ارتضٰی ۔۔۔؟'' وہ ہلکا سا جھجک کر گویا ہوئی اور ساتھ ہی اس نے کنکھیوں سے حمزہ کی طرف دیکھا، جو اس وقت ہونٹ بھینچے بالکل خاموش اور ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ کھڑا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے زبردستی یہاں پر لایا گیا ہو۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر ہوسپیٹل سے نکل جاتا۔

''میں ''اب'' ٹھیک ہوں ۔۔'' ارتضٰی کے معنی خیز انداز پر حمزہ نے بے چینی سے کھڑے کھڑے پہلو بدلا۔ اسی وقت ارتضٰی کی بھی اس پر نظر پڑی تو اس نے سوالیہ نظروں سے مسز قریشی کی طرف دیکھا تو انہوں نے فوراً تعارف کی رسم نبھائی۔

''ان سے ملو، یہ میجر حمزہ ہیں، ہادی کے بیسٹ فرینڈ اور شیری کے ساتھ بھی کافی دوستی ہے ان کی ۔۔'' مسز قریشی کے ہلکے پھلکے انداز پر وہ مسکرایا اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ حمزہ کی طرف بڑھایا، جسے اس نے بادل نخواستہ انداز میں تھاما تھا ۔

''نائس ٹو میٹ یو ۔۔۔'' حمزہ نے رسماً کہا اور کوفت بھرے انداز میں ایک بار پھر اسکی طرف دیکھا، جسکی نظریں بار بار بھٹک کر شہر زاد کی طرف جا رہی تھیں اور اس کے صبر کا پیمانہ لبریز کر رہی تھیں لیکن خیریت ہوئی اسے کوئی آفیشل کال آ گئی، جسے سنتے ہی وہ الرٹ ہوا۔

''آئی ایم سوری، مجھے نکلنا ہو گا ۔۔۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''شیری کی ٹینشن مت لو، اسے میں ڈراپ کر دوں گی ۔۔'' مسز عالیہ قریشی نے اسکی مشکل آسان کی۔

''اوکے ارتضیٰ، اینڈ شہرزاد۔۔۔نائس میٹنگ ودیو۔'' وہ رسمی سی گفتگو کرکے دروازے کی طرف بڑھا اور باہر نکلنے سے پہلے اس نے پلٹ کر دیکھا، شہرزاد کی نظریں اس پر اور ارتضیٰ کی والہانہ نگاہیں شہرزاد پر جمی ہوئیں تھیں اور وہ جی بھر کر بدمزا ہوا۔

''جنرل خالد کا بیٹا ہے یہ، اسکی ماں بیسٹ فرینڈ تھی میری۔۔۔'' مسز عالیہ قریشی نے اسکے کمرے سے نکلتے ہی بلند آواز میں تبصرہ کیا تو شہرزاد چونک گئی، وہ دل ہی دل میں اندازہ لگا چکی تھی کہ اگر وہ ہادی کا بیسٹ فرینڈ ہے تو یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ ہادی ان دونوں کے تعلق سے واقف نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شادی ہال اس وقت بقعہ نور بنا ہوا تھا۔۔۔

لہراتے آنچل، روشنیاں، خوشبوئیں اور بیک گراؤنڈ میں بجتا ہوا میوزک۔۔۔۔!!!

پی سی بھوربن کے اس ہال کی ریسپشن پر میر حاکم علی سفید رنگ کے کلف لگے سوٹ میں اپنے دونوں بیٹوں محتشم علی اور خاقان علی کے ساتھ موجود تھے۔ان سب کے چہرے خوشی کے ساتھ دمک رہے تھے۔

ایک طرف برہان کا ولیمہ تھا تو دوسری طرف ارسل اور درشہوار کی شادی کا فنکشن تھا۔اس وقت شہر کی کریم یہاں پر موجود تھی اور خواتین اور مردوں کا علیحدہ علیحدہ سے انتظام کیا گیا تھا۔

نیوی بلیو کلر کی کام والی فراک میں طوبیٰ کا سوگوار سا حسن دیکھنے والوں کو دور ہی سے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔وہ لوگ تیار ہو کر ٹائم سے پہلے شادی ہال میں پہنچ چکیں تھیں، تاکہ مہمانوں کو ریسیو کر سکیں۔شاہ میر جو کہ کسی کام سے خواتین والے پورشن میں آیا تو طوبیٰ کو دیکھ کر اسکی طرف چلا آیا۔سیاہ کلر کے پینٹ کوٹ میں وہ اس وقت بے حد جاذب نظر آرہا تھا۔

''فار گاڈ سیک طوبی، آج تو موڈ اپنا فریش رکھو۔۔''

اس نے ذرا آہستگی سے اسکے پاس آکر کہا تو طوبیٰ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، وہ آجکل ویسے ہی ضرورت سے زیادہ حساس ہو رہی تھی۔شاہ میر اسکے آنسو دیکھ کر پریشان ہوا اور محبت سے اسکا ہاتھ پکڑ کر ہال کے ایک کونے کی طرف لے آیا اور نمیرہ نے اسٹیج پر کھڑے ہوئے یہ منظر بڑے بوجھل دل کے ساتھ دیکھا تھا۔اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اسکے نصیب کی بارشیں کسی اور کی چھت پر برس چکی ہیں۔

''میں نے کہا ناں، میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا، تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے یا خود پر۔۔؟'' وہ طوبیٰ کی ٹھیک ٹھاک

کلاس لے رہا تھا۔

"پتا نہیں کیوں میرو، بہت دل گھبرا رہا ہے میرا۔" اسکی سہمی ہوئی آنکھیں دیکھ کر شاہ میر کو ایکدم اس پر پیار آیا۔

"جب اتنا ہینڈسم لڑکا تمہارے سامنے کھڑا ہو گا تو دل تو گھبرائے گا ناں۔" وہ اسکے تھوڑا اور قریب ہو کر کھڑا ہوا اور اسکی قربت نے طوبیٰ کو پگھلا سا دیا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو تم، دل چاہ رہا ہے داجی سے کہوں کہ ہمارا بھی آج ہی نکاح پڑھوا دیں۔" وہ اس کے صبیح چہرے کو بھرپور نظروں سے جانچ رہا تھا اور طوبیٰ کا چہرہ بلش کرنے لگا۔

"پلیز میرو جاؤ یہاں سے، کوئی دیکھ لے گا۔" وہ گھبرا کر دائیں بائیں دیکھنے لگی۔

"اچھا ہے کوئی دیکھ ہی لے بلکہ داجی ہی دیکھ لیں تا کہ انہیں اپنا فیصلہ بدلنے میں آسانی ہو جائے۔" وہ شرارت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

"کیا مصیبت ہے یار، جاؤ ناں۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا اٹھی، ویسے بھی آج دوپہر سے اسکی دل کی عجیب سی کیفیت تھی۔ جسے وہ کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھی، پریشان تو شاہ میر بھی تھا لیکن مرد ہونے کی حیثیت سے وہ کسی بھی چیز کو زیادہ دیر تک خود پر طاری نہیں کر سکتا تھا۔

"تم چھوڑو ساری باتوں کو اور یہ تو پہنو ناں، بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک نازک سی گولڈ کی انگوٹھی نکال کر زبردستی اسکے ہاتھ میں پہنائی اور طوبیٰ کا شرم کے مارے بُرا حال ہو گیا۔

"اب گھر کے بڑوں کو ہی خیال نہیں تو ہمیں ہی سب کچھ کرنا ہو گا ناں۔" وہ شوخی سے بولا تو طوبیٰ مسکرا دی۔

"شاہ میر میری بات سنو پلیز۔" اسی وقت حواس باختہ انداز میں نمیرہ انکی طرف آئی۔ طوبیٰ نے گھبرا کر اپنا انگوٹھی والا ہاتھ دوپٹے کے نیچے چھپا لیا، اور نمیرہ کا پریشان چہرہ دیکھا۔ "کیا ہوا۔؟"

"قیامت ٹوٹ پڑی ہے شاہ میر۔" لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اسکے منہ سے نکلے۔

"ہوا کیا ہے آخر۔؟" وہ بوکھلایا۔

"انابیہ کی کال آئی ہے پارلر سے اور، درشہوار وہاں سے غائب ہو گئی ہے۔" اس نے ان دونوں کی سماعتوں میں بم پھوڑا۔

"واٹ۔؟ کہاں غائب ہو گئی۔؟" شاہ میر کی پریشانی سے آواز بلند ہوئی۔

"آہستہ بولو پلیز کوئی سن لے گا۔۔"اس نے خوفزدہ انداز میں چاروں طرف دیکھا، سب مہمان خوش گپیوں میں مصروف تھے، جبکہ شاہ میر کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا، اس کے سارے وہم اور اندیشے مجسم ہو کر اسکے سامنے آ چکے تھے۔درشہوار کی خاموشی کا بھید کھل چکا تھا۔

"وہ اپنے بیگ سمیت پارلر سے کہیں چلی گئی ہے اور انابیہ بہت ٹینشن میں ہے۔۔پلیز جاؤ تم وہاں۔۔۔

"مائی گاڈ۔۔۔!!!"شاہ میر کے ساتھ ساتھ طوبیٰ کا بھی دماغ بھک کرکے اڑا۔

"یہ کیا کیا اس پاگل لڑکی نے۔۔۔" طوبیٰ نے خوفزدہ نگاہوں سے شاہ میر کی طرف دیکھا جس کے وجود کا سارا لہو اسکے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

"تم پلیز فوراً جاو، وہ بہت رو رہی ہے، میں ندرت امی کو بتاتی ہوں۔۔۔" نمیرہ کا آدھا جملہ ابھی منہ میں ہی تھا اور شاہ میر میزائل کی سی تیزی کے ساتھ وہاں سے نکلا، اس کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔، وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھا۔سامنے وہاج اپنے کچھ فرینڈز کے ساتھ کھڑا خوش گپیوں میں مصروف تھا،وہ شاہ میر کو پریشان انداز میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فوراً اسکی طرف لپکا۔

"یار امّی سے پوچھو کتنی دیر ہے درشہوار اور بیا کو۔؟داجی بار بار پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟"

"آپ میرے ساتھ چلیں وہاج بھائی۔۔۔"شاہ میر نے زبردستی ان کا ہاتھ پکڑا اور اسکے لہجے میں کچھ تھا جو وہاج کو اپنی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ سی اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مونیکا کی چوری چھپے شادی کے فیصلے نے جارج کو ہوسپٹل تک پہنچا دیا تھا۔

انجائنا اٹیک کے بعد وہ تین دن ہوسپٹل میں رہا اور جب گھر پہنچا تو بدنامی اور رسوائی اسکے گھر کی دہلیز پر اپنے پنجے گاڑ چکی تھی، مونیکا نے ان سب کو اپنی کریسچئن کمیونٹی میں کہیں منہ دیکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

"اس سے تو اچھا تھا میں اسکا پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیتی۔۔"مارتھا اٹھتے بیٹھتے ہوئے اسے بددعائیں دے رہی تھی اور اس کے چھوٹے بہن بھائی منہ چھپائے گھر بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے سکول جانا چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہاں کی کمیونٹی کے بچے ان پر مونیکا کے حوالے سے فقرے کستے اور ان کو تحمل کے ساتھ برداشت کرنا کوئی اتنا بھی آسان کام نہیں تھا۔۔

"میں چھوڑوں گا نہیں اسے۔۔" مونیکا کا چھوٹا بھائی آنکھیں لال کیے سارا دن بیٹھ کر ایک ہی فقرے کی گردان کرتا تھا۔اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اپنی بہن کو کھڑے کھڑے گولی مار دیتا، اوپر سے جارج کو اس علاقے کے کونسلر نے

گھر خالی کرنے کے لیے دن رات تنگ کر رکھا تھا۔

دوسری طرف مونیکا، ذوالکفل کے ساتھ عمرہ کر کے واپس آئی تو بہت پر سکون تھی اور دونوں لاہور میں اپنی نئی اور خوشگوار زندگی کا آغاز کر چکے تھے، مذہب کی تبدیلی نے مونیکا کی زندگی میں ایک ٹھہراؤ سا پیدا کر دیا تھا، اسکے اندر کا اضطراب اور بے چینی ختم ہو چکی تھا اور سونے پہ سہاگہ، اللہ نے جلد ہی اسے خوشخبری سنا دی تھی اوراس خبر نے ان دونوں کی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی تھی۔

"اللہ مجھے جو بھی اولاد دے گا میں اس کو حافظ قرآن بناؤں گی۔۔۔" اس دن کھانا ٹیبل پر لگاتے ہوئے مونیکا نے بڑے پرجوش انداز میں اپنے شوہر کو بتایا تو اسکا نوالہ منہ کی طرف لے جاتا ہوا ہاتھ رک گیا۔

"مونیکا اس سے پہلے تم میری ایک بات مانو گی۔۔؟؟؟" ذوالکفل کے لہجے میں کچھ تھا وہ ٹھٹک گئی اور سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"آپ کی ہر بات ہی تو مانتی ہوں۔۔" اس کے چہرے پر بے ریا مسکراہٹ تھی۔

"میرے خیال میں ہمیں اپنے پیرنٹس سے معافی مانگ کر ان کو منا لینا چاہیے، وہ لوگ ہم سے خفا ہیں۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟ میں سمجھی نہیں۔۔۔" مونیکا نے الجھ کر اسکا چہرہ دیکھا۔

"میں چاہتا ہوں ہم دونوں ملتان جائیں اور میں تمہیں اپنی حویلی میں لے جا کر تمہیں، تمہارا حق دلاؤں تاکہ کل کو میری اولاد کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔۔"

"کیا وہ لوگ مجھے قبول کر لیں گے۔۔" مونیکا کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔

"تھوڑا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔۔۔" وہ پرامید تھا۔

"بس ٹھیک ہے پھر ہم لوگ کل ہی ملتان کے لیے نکل جاتے ہیں۔۔" وہ فوراً تیار ہو گئی اور ذوالکفل کے چہرے پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ در آئی کیونکہ اپنی شادی شدہ زندگی کے اس مختصر عرصے میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مونیکا کی طبیعت میں بے انتہاء لچک تھی اور ذوالکفل کی باتوں پر وہ آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتی تھی اور اسکا روز بروز بڑھتا ہوا یہ یقین ذوالکفل کی اسکے حوالے سے ذمے داریوں میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل نے جھنجھلا کر واڈروب کا پٹ بند کیا اور سیل فون کان سے لگا کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔

دوسری طرف فون کال پر رومیصہ تھی۔

جس نے آج خلاف معمول کوئی تیسری دفعہ اسے کال کی تھی اور اسے عجیب سی بے چینی لاحق تھی، جبکہ ارسل مر کر بھی اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ آج اسکا اور درشہوار کا نکاح ہونے جارہا ہے، کیونکہ رومیصہ جیسی جذباتی لڑکی سے کوئی بعید بھی نہیں تھا کہ وہ وہاں شادی ہال میں پہنچ کر ایک ہنگامہ کھڑا کر دیتی۔

"رومی میری جان، کیوں اتنا زیادہ ٹچی ہو رہی ہو تم۔۔۔" وہ ہر ممکن اسے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا ارسل، تم بس ہر حال میں کل اسلام آباد واپس آؤ۔۔۔" وہ ضدی انداز میں بولی۔

"آخر ہوا کیا ہے، کچھ پتا بھی تو چلے۔۔۔" وہ پریشان ہوا۔

"مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے، عجیب سی طبیعت ہو رہی ہے میری ان دنوں۔۔" رومیصہ کی اس بات پر وہ ہلکا سا پریشان ہوا۔

"اچھا تم ٹینشن مت لو، میں کل آنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔۔" ارسل نے فوراً ہی دل ہی دل میں حساب کیا اور جلدی سے جوتے پہننے لگا، اسے شادی ہال میں پہنچنا تھا کیونکہ رومیصہ کی کال کے دوران بار بار شاہ میر کی کالز آرہیں تھیں۔۔

"تم آرہے ہو ناں۔۔۔؟" رومیصہ مشکوک ہوئی۔

"ارے یار کیوں نہیں آؤں گا، مجھے کیا تمہاری حالت کا اندازہ نہیں ہے۔" اس کے محبت بھرے انداز پر وہ تھوڑا مطمعن ہوئی۔

"اچھا فون بند کرو تم، بعد میں بات کرتا ہوں تم سے، کیونکہ ماموں کی کال آرہی ہے بیچ میں۔۔" ارسل نے نرم لہجے میں اسے کہا تو وہ خلاف توقع مان ہی گئی۔ رومیصہ سے بات کر کے وہ پریشان ہوا اور المیہ یہ تھا کہ وہ یہ پریشانی اسکے ساتھ بالکل بھی شئیر نہیں کر سکتا تھا۔۔

وہ غیر ارادی طور پر ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے آن کھڑا ہوا، فان کلر کے پینٹ کوٹ میں اسکے سارے وجود پر بیزاری چھائی ہوئی تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ میر ہاؤس سے کہیں دور بھاگ جائے۔ وہ درشہوار نام کا کوئی بھی طوق اپنے گلے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا لیکن حالات اسے اس نہج پر لے آئے تھے جہاں پر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اسی وقت ملازمہ دروازہ ہلکا سا ناک کر کے اندر داخل ہوئی، اسکے ہاتھ میں پھولوں کے گلدستے تھے جو وہ اسکے کمرے میں سجانے کے لیے لائی تھی۔

"اٹھاؤ یہ پھول شول، کوئی ضرورت نہیں ہے میرے کمرے میں یہ گند پھیلانے کی۔۔" اس نے اپنا غصّہ ملازمہ پر

اتارا، تو وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ تو بڑی بیگم صاحبہ کا حکم ہے، وہ خفا ہونگیں۔۔۔" ملازمہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"جو خفا ہوتا ہے، وہ ہوتا رہے، تم جاؤ یہاں سے۔۔۔" اسکے مشتعل انداز پر ملازمہ گھبرا کر بکے اسکے بیڈ پر رکھ کر کمرے سے نکل گئی۔

ارسل نے بیڈ کی سائیڈ پر رکھا بکے غصّے سے اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پورے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا، اسی وقت اسکے سیل فون پر میر حاکم علی کی کال آنے لگی، اسکا دماغ ایکدم ٹھکانے پر آیا اور اس نے ایک لمبا سانس خارج کر کے خود کو نارمل کیا اور ان کی کال اٹینڈ کی، اور دوسری جانب حسب توقع وہ اسے شادی ہال میں آنے کا حکم دے رہے تھے اور اس حکم کو ٹالنا کم از کم اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس پر کسی نے ڈرون حملہ ہی تو کیا تھا۔۔۔!!!!

پورے گھر میں ایسا زلزلہ آچکا تھا جس نے اسکی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اس حادثے کی سب سے پہلے خبر بھی تاجدار بیگم کو ہوئی تھی۔۔

اس وقت سب مہمان ہوٹل جا چکے تھے جب انابیہ کی تاجدار بیگم کو کال آئی، جسے سنتے ہی ان کا رنگ فق ہوا، وہ گھر کے کمروں کو لاک لگوا رہی تھیں تاکہ مکمل سکون اور تسلی کے ساتھ شادی ہال میں جا سکیں۔

"بی بی جی ارسل صاحب کے کمرے میں فریش پھول اور بکے رکھ دیئے ہیں۔۔" ایک ملازمہ دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو سامنے تاجدار بیگم کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہوا ہوا تھا، ملازمہ گھبرا کر پانی کا گلاس لینے کے لیے کچن کی طرف دوڑی۔

وہ صوفے پر بیٹھیں ہوئیں لمبے لمبے سانس لے کر اپنی رکی ہوئی سانسوں کو ہموار کرنے کی بمشکل کوشش کر رہی تھیں۔اسی وقت ہال کمرے کی سیڑھیوں سے تیزی سے اترتا ہوا ارسل ان کی حالت دیکھ کر چونکا۔

"کیا ہوا ممانی جان، آپ گئیں نہیں ہوٹل۔۔۔؟" وہ پریشانی سے ان کے پاس آیا۔

"ادھر آؤ ارسل۔۔۔میری بات سنو بیٹھ کر۔۔۔" وہ خوفزدہ انداز میں کھڑی ہوئیں، ارسل انکی حالت دیکھ کر فکرمند ہوا، تاجدار بیگم نے صدمے کی سی کیفیت میں اسکا ہاتھ پکڑا تو ارسل کو احساس ہوا کہ وہ برف کی طرف سرد ہو چکیں تھیں۔۔

''کیا ہوا ہے ممانی جان۔۔؟سب خیریت تو ہے ناں۔۔؟'' وہ گھبرا گیا۔

''تم جلدی سے اپنے ماموں کو کال کرو، انہیں بتاؤ، ہم پر قیامت ٹوٹ گئی ہے۔فوراً گھر پہنچیں۔'' تاجدار بیگم کے منہ سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے، اور ارسل کے اندر انہونی کا احساس جاگا اور اسکا پہلا دھیان در شہوار کی طرف ہی گیا۔

''بتائیں تو سہی، ہوا کیا ہے۔؟ تاکہ اس حساب سے انہیں بلوا سکوں۔'' ارسل نے ان کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی صوفے پر بیٹھایا اور ملازمہ کے ساتھ سے پانی کا گلاس لے کر ان کے منہ سے لگایا، جسے وہ ایک ہی سانس میں پی گئیں۔

اسی وقت حواس باختہ انداز میں شاہ میر اور وہاج ہال کمرے میں داخل ہوئے، ان کے پیچھے دلہن بنی ہوئی انابیہ انتہائی سہمے ہوئے انداز میں اندر آئی، ان دونوں کو دیکھ کر تاجدار بیگم خوفزدہ انداز میں کھڑی ہوئیں۔۔

''پتا چلا در شہوار کا۔۔؟'' تاجدار بیگم کے اس جملے کو سنتے ہی ارسل کے سر پر پورے گھر کی چھت آن پڑی، اس نے بوکھلا کر شاہ میر اور وہاج کی طرف دیکھا، جن کے چہرے بہت سی ان کہی داستانیں سنا رہے تھے۔۔

''پتا چلتا تو اس وقت وہ خود نہیں اسکی لاش یہاں پڑی ہوتی۔۔۔'' وہاج کا مشتعل انداز ارسل کو سارا معاملہ سمجھا گیا، وہ سمجھ چکا تھا کہ در شہوار اپنا کارنامہ سرانجام دے چکی ہے، اگرچہ اس سے پورے خاندان کی عزت داؤ پر لگ گئی تھی لیکن ارسل کو دل ہی دل میں ایک کمینی سی خوشی کا احساس ہوا، بظاہر اس نے اپنے چہرے پر حد درجہ پریشانی طاری کر رکھی تھی لیکن وہ اب اندر سیء کافی حد تک ریلیکس ہو چکا تھا۔۔

''سچ سچ بتاؤ بیا، تم سے کوئی ذکر کیا تھا اس نے۔۔۔؟'' تاجدار بیگم انابیہ کی طرف لپکیں اور التجائیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

''خدا کی قسم تائی اماں مجھے نہیں پتا، میں تو برائیڈل روم میں تھی، اسی نے سلمیٰ بوا کو گھر بھیجا تھا زبردستی ۔۔۔'' انابیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے، اسکے لہجے کی سچائی پر ایمان لا کر تاجدار بیگم صوفے پر بیٹھ گئیں اور دوپٹہ منہ پر رکھ کر رونے لگیں۔۔

''وہ ہم سب کی عزت خاک میں ملا کر جا چکی ہیں، میں چھوڑوں گا نہیں اسے۔۔۔'' وہاج جس وقت آپے سے باہر ہو رہا تھا اور اسی وقت میر حاکم ہال کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور یقیناً نمیرہ اور ندرت امی ان کو اس سانحے سے باخبر کر چکیں تھیں۔ان کو دیکھ کر تاجدار بیگم بوکھلا کر کھڑی ہوئیں۔ان کے پیچھے محتشم علی اور میر خاقان تھے، جس طوفان سے وہ ڈر رہی تھیں وہ پوری قوت کے ساتھ آ چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

درشہوار کو ہادی ہاؤس کے گیراج میں رکھے سامان کے پیچھے چھپے ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔۔۔

اس وقت مری کے پہاڑوں پر ایک گہری تاریک رات اپنے پنجے گاڑ چکی تھی اور آج تو آسمان پر دور دور تک کوئی ستارے بھی نہیں تھے، وہ ٹیکسی کروا کر پارلر سے سیدھی وہیں پہنچی تھی اور دبے قدموں سے اس گھر کے گیراج میں آ کر بیٹھ گئی، ان کے گھر میں چاروں طرف قناتیں لگی ہوئی تھیں اس لیے وہ خاصی مطمئن تھی کہ یہاں کا منظر وہاں سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔۔۔

وہ بے چینی سے اس بات کی منتظر تھی کہ ہادی کا ملازم گھر سے باہر نکلے اور وہ موقع پر اندر گھس جائے، اتنا تو اسے بھی اندازہ تھا کہ ہادی اور سعد دونوں ہی اس وقت گھر پر نہیں تھے، اور نہ جانے کیوں اسے اس بات کی شدید خوش فہمی تھی کہ میر ہاؤس کے مکینوں کا دھیان کبھی بھی اس گھر کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ اسی وقت اس نے ہادی کے ملازم کو گنگناتے ہوئے باہر جاتے دیکھا۔۔۔

رات کے ملگجے اندھیرے میں وہ آہستگی سے اٹھی، اور دیوار کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا، ملازم کے ہاتھ میں بڑے بڑے دو شاپر تھے اور جسے وہ شاید کوڑے کے ڈرم میں ڈالنے کے لیے لے جا رہا تھا۔

درشہوار کا دل بُری طرح سے دھڑکا، وہ اس وقت اپنی ضد کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہادی کے گھر آئی تھی، جس نے اسے مہندی کی شام بُری طرح سے دھتکارا تھا اور اس نے اسی وقت دل ہی دل میں اس سے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی اور درشہوار جو ٹھان لیتی تھی اس سے ایک انچ بھی ہٹانا انتہائی مشکل کام تھا۔

وہ ملازم سے نظریں بچا کر تیزی سے گھر کے اندر داخل ہوئی اور سیڑھیاں چڑھ کر ہادی کے بیڈ روم میں داخل ہو گئی، اس نے بڑے اطمینان سے اپنا چھوٹا بیگ اسکی واڈروب میں رکھا اور بڑے مطمعن انداز سے بیڈ پر لیٹ گئی۔ وہ اب بڑے سکون سے اندازہ کر سکتی تھی کہ اس وقت میر ہاؤس میں کیا قیامت ٹوٹی ہوئی ہو گی۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ اس گھر کے مکین اس خبر کو ہر ممکن چھپانے کی کوشش کریں گے۔

دوسری طرف میر ہاؤس کے ہال کمرے میں اس وقت موت کا سا سناٹا تھا، میر محتشم کے کندھے جھکے ہوئے اور خاقان علی کے چہرے پر ایک مبہم سا استہزائیہ تاثر تھا جو بہت غور کرنے پر ہی سمجھ میں آ سکتا تھا۔

"وہ منحوس لڑکی جہاں ملے بس اسے گولی مار دو، اس گھر میں اسکی لاش بھی نہیں آنی چاہیے۔۔۔" حاکم علی نے فون پر کسی کو سرد لہجے میں احکامات دیئے اور تاجدار بیگم سمیت سب نے دہل کر ان کے پتھریلے چہرے کی طرف دیکھا اور سب کی سانس رک گئی۔۔

"میں اس لڑکی کو پورے خاندان کے لیے عبرت کا نشان بنا دوں گا، آئندہ اس خاندان کی کوئی بھی لڑکی ایسی حرکت کرنے سے پہلے سو بار سوچے گی۔" وہ مشتعل انداز میں اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہے تھے۔

"لیکن ابا جی یہ بتائیں اب کرنا کیا ہے۔۔؟" شارقہ بیگم نے تھوک نگلتے ہوئے بولنے کی ہمت کی۔ وہ بھی شادی ہال سے گھر آ چکیں تھیں اور وہاں ندرت بیگم ہی سارے خاندان کو سنبھال رہی تھیں، ابھی یہ خبر گھر کے بڑوں کے درمیان ہی تھی اور اسے ہر ممکن چھپایا جا رہا تھا۔

"سارا قصور اس جاہل عورت کا ہے میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔" محتشم علی نے سرخ آنکھوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ تاجدار بیگم اپنے میاں کا جارحانہ مزاج دیکھ کر سہم گئیں، وہ جانتی تھیں کہ آنے والا وقت ان کے لیے کتنا سنگین ہو سکتا ہے۔۔

"چھوڑوں گا تو میں بھی کسی کو نہیں، لیکن یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے محتشم علی۔۔۔" حاکم علی جھنجھلا کر گویا ہوئے۔ "تم لوگ ہمیشہ اپنی جذباتیت سے معاملات کو خراب کر دیتے ہو، عمر گزر گئی سیاست میں لیکن معاملات کو ہینڈل کرنا نہ آیا۔"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی میں کیا کروں۔۔؟" محتشم صاحب نے اذیت کی انتہاء پر اپنے سر کے بال کھینچے، تو تاجدار بیگم کا سانس رک گیا۔ انہوں نے کب اپنے میاں کو اس حالت میں دیکھا تھا۔

"فی الحال محتشم تم اور خاقان جاؤ اور برہان کا ولیمہ نبٹاؤ، کہہ دینا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے درشہوار اور ارسل کا نکاح بعد میں ہو گا۔۔" وہ اپنے ہاتھ کی چھڑی پر زور ڈال کر کھڑے ہوئے، خاقان علی نے گھبرا کر انکی طرف دیکھا۔۔

"ابا جی لوگ طرح طرح کے سوال کریں گے۔۔۔"

"لعنت بھیجو تم لوگوں پر۔ ابھی اس خبر کا دھواں تک نہیں نکلنا چاہیے باہر، ورنہ بہت جگ ہنسائی ہو گی۔ میں، تاجدار اور ارسل کے ساتھ اسلام آباد جا رہا ہوں اور تم سب لوگ یہی کہو گے کہ مجھے انجائنا کا اٹیک ہوا ہے اور درشہوار اور اسکی ماں میرے ساتھ ہیں۔۔۔" ان کے اگلے حکم پر تاجدار بیگم نے کچھ سکون کا سانس لیا، وہ ویسے بھی یہاں رہ کر مہمانوں کا سامنا کرنے سے گھبرا رہی تھیں۔

"لیکن بابا جان، سب لوگ اسلام آباد پہنچ جائیں گے آپکی خیریت پوچھنے۔۔۔" خاقان نے گھبرا کر کہا۔

"تم آج کی اس مصیبت کو نبٹاؤ، کل کی کل دیکھی جائے گی۔۔۔" وہ بیزار لہجے میں گویا ہوئے۔

اسی وقت تھکے تھکے انداز میں وہاج اور شاہ میر اندر داخل ہوئے، ان کے جھکے ہوئے کندھوں کو دیکھ کر اندر موجود لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ درشہوار کی تلاش میں ناکام لوٹے ہیں۔

"مجھے چوبیں گھنٹے کے اندر اندر درشہوار زندہ یا مردہ حالت میں چاہیے ورنہ میں تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔۔"میر حاکم کی اس عجیب وغریب دھمکی پر وہاج اور شاہ میر نے بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا جہاں پر کسی کے لیے بھی کوئی رعایت نہیں تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

باقی آئنہ

اس قسط پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔